اقبال کا ایک ہم عصر

(منشی میراں بخش جلوہ سیالکوٹی)

نور محمد قادری

مولانا عبدالمجید سالک مرحوم اپنی تالیف "ذکر اقبال" میں جلوہ صاحب کے بارے میں لکھتے ہیں ۔

"ایک شاعر منشی میراں بخش جلوہ سیالکوٹی تھے جو اکثر انجمن حمایت اسلام میں بھی آ کر نظمیں پڑھا کرتے تھے ۔ ذات کے قصاب تھے ۔ عرضی نویسی کرتے تھے ۔ خدا جانے کہاں سے شعر کہنے کی لت پڑ گئی ۔ شعر کیا تھے پکوڑے تل لیا کرتے تھے ، ان دنوں خزانے کے ایک کلرک اہل زبان تھے ۔ جلوہ صاحب اُن کو اکثر شعر سنایا کرتے تھے ۔ ایک روز انہوں نے تنگ آ کر کہا بھائی جلوہ تمہارے شعروں سے چھیچھڑوں کی بو آتی ہے ۔ جلوہ صاحب تاؤ کھا کر شاہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اُن کو اپنے اشعار سنا کر پوچھا کہ یہ اشعار کیسے ہیں شاہ صاحب ۔ شاہ صاحب سے مراد شمس العلماء سید میر حسن ہیں ، نے فرمایا ۔ سچ پوچھتے ہو تو تم نے شعروں کا جھٹکا کر دیا ہے"[1] ۔

جلوہ صاحب کے متعلق مندرجہ ذیل سطور پڑھ کر دل کو یقین نہ آیا کہ وہ واقعی ایسے تھے جیسا کہ انہیں سالک نے پیش کیا ہے کیونکہ میری نظر سے برصغیر کے ایک جیّد عالم مولانا محمد حسن فیضی کا وہ خط گزر چکا تھا جو انہوں نے میرے عم محترم مولوی نور اللہ شاہ

۱۔ "ذکر اقبال" از عبدالمجید سالک ، بزم اقبال لاہور ۱۹۵۵ء صفحات ۲۸۴ ، ۲۸۵ ۔

ساکن کشمیری محلہ سیالکوٹ کو ۱۸۹۱ء میں تحریر کیا تھا اور اُس میں جلوہ صاحب کو "سلام خلوص" بھیجا تھا کہ دل نہیں مانتا تھا۔ ایسے گھٹیا قسم کے آدمی کو مولانا فیضی اور شاہ صاحب اپنے دوستوں میں شمار کرتے ہوں گے۔ سالک نے خود بھی اعتراف کیا کہ جلوہ صاحب انجمن حمایت اسلام کے اجلاسوں میں شریک ہوتے رہے ہیں۔ یقین نہیں آتا کہ انجمن پکوڑے تلنے والوں کو بحیثیت شاعر سٹیج پر لاتی ہوگی۔ کوشش بسیار سے اب تک جلوہ صاحب کے بارے میں جو معلومات حاصل ہوئی ہیں وہ درج ذیل ہیں۔

۱- جلوہ صاحب اپیل نویس اور وقائع نگار تھے۔ شہر کے با اثر اور باعزت آدمی تھے۔ شہر کی علمی، دینی اور معاشرتی سرگرمیوں میں حصہ لیتے۔ ۱۹۰۷ء میں "انجمن مدرسۃ القرآن" قائم ہوئی تو آپ اُس کی انتظامیہ کے رکن تھے۔ "تاریخ انجمن اسلامیہ سیالکوٹ" کا مؤلف لکھتا ہے "کافی غور و فکر اور صلاح و مشورہ کے بعد انجمن مدرسۃ القرآن کے نام سے ۱۹۰۷ء میں ایک مجلس قائم کر دی گئی جس کے پہلے پریذیڈنٹ حاجی میاں غلام علی اور سیکرٹری قاضی علی احمد مقرر ہوئے۔ سید رسول شاہ یتیم خانہ کے ناظم بنائے گئے۔ انتظامیہ کمیٹی میں ان حضرات کو منتخب کیا گیا۔ بابو میراں بخش اسسٹنٹ کمشنر، چوہدری سلطان محمد خاں بیرسٹرایٹ لاء، شیخ پیر ماہی، میاں اللہ دین، مستری فتح محمد ڈیوڑا، بابو امام دین اکاؤنٹنٹ ڈسٹرکٹ بورڈ، شیخ ظہور الٰہی بی۔ اے۔ ایل ایل۔ بی، آغا محمد باقر خاں آنریری میجسٹریٹ، میاں نبی بخش بزاز، مستری عزیز دین، ڈاکٹر امام دین، میاں اکبر علی اور میراں بخش جلوہ[1]۔

۱۹۱۱ء میں "انجمن اسلامیہ سیالکوٹ" قائم ہوئی۔ انجمن کا پہلا اجلاس ۳ دسمبر ۱۹۱۱ء کو ہوا۔ صدارت کے فرائض مرزا بدر الدین نے انجام دیے۔ اجلاس میں شریک ہونے والے ممتاز اراکین میں منشی میراں بخش جلوہ بھی شامل تھے[2]۔

۱- "تاریخ انجمن اسلامیہ سیالکوٹ" تالیف یوسف قمر، ۱۹۶۶ء سیالکوٹ صفحات ۱۴، ۱۵۔

۲- ایضاً۔ ص ۱۹۔

۲۔ ملکہ وکٹوریہ کی وفات پر ۲۶ جنوری ۱۹۰۱ء کو سیالکوٹ شہر میں ایک بہت بڑا تعزیتی اجلاس ہوا، جس کی صدارت مولوی لیاز علی ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس نے کی۔ مقررین میں حضرت علامہ اقبال۔ مولوی فیروز الدین فیروز اور منشی میراں بخش جلوہ وغیرہم تھے۔ اس اجلاس کی مکمل کارروائی "سراج الاخبار" جہلم میں شائع ہوئی ہے۔ ایک اقتباس ملاحظہ ہو۔

"مولوی فیروز الدین نے حضور ملکہ معظمہ کے انعامات و کرامات کثیرہ کا ذکر کیا۔ ۔ ۔ ۔ اور یہ ریزولیوشن پیش کیا کہ مسلمانانِ سیالکوٹ مادر مہربان علیا حضرت ملکہ معظمہ قیصرۂ ہند کی وفات حسرتِ آیات پر تہہ دل سے رنج و غم ظاہر کرتے ہیں اور نہایت ہمدردی شاہی خاندان کے ارکان کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔

شیخ محمد اقبال ایم۔ اے نے بڑی پرسوز اور پر درد تقریر کے بعد اس ریزولیوشن کی تائید کی اور حضرت ملکہ معظمہ کے زمانہ کے امن، انصاف، آزادی، تہذیب و شائستگی اور تمدنی فوائد کا بالخصوص ذکر کرکے اخیر پر فرمایا کہ آج کے دن کے بعد ہند کی کوئی عورت اس بات کی فخریہ نظیر نہ دے سکے گی کہ ہم پر ایک عورت حکومت کرتی ہے۔

پھر منشی میراں بخش جلوہ اپیل نویس نے ایک پُر اثر تقریر کے بعد پُر درد نوحہ پڑھا"[۱]۔

۳۔ میراں بخش جلوہ کے اپنے دور کے ممتاز علما، فضلا، ادبا اور شعراء سے دوستانہ مراسم تھے اور لطف یہ ہے کہ ان میں اکثر ایسے حضرات ہیں جن سے حضرت علامہ اقبالؒ کے بھی گہرے مراسم تھے مثلاً شمس العلماء مولوی سید میر حسن، منشی محمد دین فوق، خواجہ عبدالصمد ککرو اور خواجہ دل محمد وغیرہم۔ ۱۹۰۷ء میں جلوہ کا جوان سال اکلوتا بیٹا اکبر علی فوت ہوا تو مشاہیر نے جلوہ کو تعزیتی خطوط بھیجے اور تعزیتی نظمیں لکھیں۔ ان تعزیتی خطوط اور نظموں کو مرتب کرکے جلوہ نے ۱۹۰۸ء میں "یادگار اکبر" کے نام سے شائع کیا۔ اس کتاب

۱۔ "مجلہ تحقیق" جلد ۳ شمارہ ۴ مضمون افضل حق قرشی صفحات ۹۹، ۱۰۰۔

میں مذکورہ مشاہیر کے علاوہ اور بے شمار صاحبانِ علم و فضل کی تحریریں محفوظ کر دی گئی ہیں جو اب النادر کالمعدوم کے حکم میں شامل ہیں، چند ایک ملاحظہ ہوں ۔ پہلے خطوط پھر نظمیں ۔

خط نمبر ۱

''اکبر علی جوان ، نوخاستہ ، نہایت ذکی ، ذہین ، سلیم الطبع ، منکسر المزاج ، استادوں کا مطیع فرمان ، اپنی جماعت میں نہایت ہوشیار ، امتحانوں میں اکثر اول رہنے والا ، والدین کی بدقسمتی سے ناگہاں مرضِ طاعون میں گرفتار ہو کر اس دارِ ناپائدار سے دارِ آخرت کو روانہ ہوگیا ۔ صرف والدین ہی اس کی جدائی سے گرفتارِ حزن و قلق نہیں ہیں بلکہ اس کے ہم جماعت اور رفقاء بھی اُس کے فراق میں چشم پر آب رہتے ہیں ۔ اگرچہ مدرسہ کے تمام استادوں کو اس کی دائمی مفارقت سے عموماً سخت غم اور ملال ہے ۔ مگر کاتب الحروف کو بوجہ اُخوتِ اسلامی مرحوم کی جدائی سے خصوصاً رنجِ بے پایاں ہے ۔ سچ ہے

اگر پیرِ نود سالہ بمیرد عجبے نیست
حیف است برآں مردہ کہ گویند جواں مرد

آخر میں دعا ہے کہ خدا تعالیٰ اس مرحوم کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے اور اس کے والدین کو صبرِ جمیل عطا فرماوے ۔ فقط

سید میر حسن پروفیسر مکاچ مشن کالج سیالکوٹ''[۱]

خط نمبر ۲

''میرے مشفق منشی میراں بخش سلامت

تسلیم ۔ مصیبت نامہ انتقال عزیز اکبر علی کا پہنچا ۔ جس کے مطالعہ نے نمک بر جراحت کا کام دیا ۔ ایسی مصیبت جلوہ قہرِ الٰہی ہے ۔ اس مصیبت کو میں جانتا ہوں کہ جس پر گزر چکی ہے ۔ مجھ کو اس سے جگر گوشہ غلام حسن کی بے وقت موت یاد آئی ہے ۔ جس نے مجھ کو ورطۂ الم میں

۱۔ یادگارِ اکبر تالیف میراں بخش جلوہ سیالکوٹ ۱۹۰۸ء ص ۷۵ ۔

ڈالا ہے ۔ تمھارے رنج اور مصیبت کا تہ دل سے شریک ہوں ۔ بجز رضا کے کیا ہو سکتا ہے ۔ افسوس ہزار افسوس کے سوا کیا لکھوں ۔ اس کو خدا مغفرت کرے ۔ آپ کو صبر کا حوصلہ بخشے اور اعم البدل دیوے ۔

خادمِ قوم
خواجہ حاجی عبدالصمد ککڑو
رئیس اعظم ، بارہ مولا ۔ کشمیر[1]

خط نمبر ۳

از انجمن نعمانیہ لاہور
۱۶ مئی ۱۹۰۷ء

السلام علیکم ورحمۃاللہ و برکاتہ ! واقعۂ جانکاہ برخوردار اکبر علی مرحوم کی خبر سراج الاخبار سے معلوم ہو کر دل کو صدمہ پہنچا ۔ انا للہ و انا الیہ راجعون ۔ ہم سب نے اس جگہ جانا ہے۔ اللہ جلالہ اس کو غریقِ رحمت فرماویں اور والدین کو صبر جمیل کی توفیق رفیق عطا فرماویں ۔ آئندہ جلسۂ انجمن میں مرحوم کے لیے دعا بھی کی جائے گی۔فقط

تاج الدین وکیل چیف کورٹ
سیکرٹری انجمن نعمانیہ ہند[2]

خط نمبر ۴

از دفتر کشمیری میگزین ، لاہور
۱۸ مئی ۱۹۰۷ء

میرے مکرم جلوہ صاحب

السلام علیکم ! میں نے نہایت رنج اور افسوس سے اس خبر کو سنا کہ آپ کے نوجوان صاحب زادہ نے آپ سے ہمیشہ کے لیے مفارقت اختیار کی ۔ خداوند کریم آپ کو صبر کی توفیق دے اور مرحوم کو جنت نصیب کرے ۔ سوائے صبر و شکر کے اور چارہ کیا ہے ۔ افسوس

۱۔ یادگارِ اکبر ص ۷۶ ۔
۲۔ ایضاً ۔ ص ۷۷ ۔

کہ اس ظالم بیماری نے کوئی بھی گھر خالی نہیں چھوڑا ، زیادہ سوائے افسوس کے اور کیا عرض کیا جائے ۔ فقط

خاکسار محمد دین فوق[1]

مندرجہ بالا خطوط کے لکھنے والے ایسے حضرات ہیں جن کا ایک گونہ حضرت علامہ اقبالؒ سے بھی تعلق رہا ہے خصوصاً شمس العلما مولوی سید میر حسنؒ تو اقبال کے سب کچھ تھے باپ ، مربی ، استاد ، رہبر ۔

خط نمبر ۵

انجمن حمایت اسلام لاہور کی طرف سے مندرجہ ذیل خط لکھا گیا ۔

جناب من السلام علیکم! اس خبر کے معلوم ہونے سے کہ آپ کے لخت جگر اکبر علی کا انتقال ہوگیا ہے کارپردازان انجمن کو نہایت ہی رنج و الم پیدا ہوا ۔ اگرچہ بحکم ''کل نفس ذائقۃ الموت ، کل من علیھا فان و یبقی وجہ ربک ذوالجلال و الاکرام'' ہر ایک متنفس نے آخر ایک نہ ایک دن اس منزل کو طے کرنا ہے ۔ لیکن اس نوعمری میں آپ کے لخت جگر کا ہمیشہ کے لیے داغ مفارقت لگا جانا آپ کے لیے خصوصاً اور آپ کے دیگر وابستگان کے لیے عموماً ایک شدید صدمہ ہے ۔ پس میں اراکین انجمن کی طرف سے آپ کے ساتھ اظہار ہمدردی کرتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ مرحوم کو مغفرت اور آپ کو صبر جمیل عطا فرما کر اس کا نعم البدل مرحمت کرے ۔ و السلام فقط

خاکسار شمس الدین
جنرل سیکرٹری[2]

الف ۔ اب چند تعزیتی نظموں کے اقتباسات ملاحظہ ہوں ۔

ہائے برحال کسے رحمے نداری اے اجل
بر زمین دہر از خون لالہ کاری اے اجل
نوجوان و گلبدن را از سر کین و عناد
بے تحاشا در لحد توسی سپاری اے اجل

۱۔ یادگار اکبر ص ۸۱ ۔
۲۔ ایضاً ۔ ص ۷۷ ، ۷۸ ۔

ہم شیوخ و شباب را در نار ہجراں ساختی
دوختی چشم مروت شرم نداری اے اجل
شد خمیدہ قامتِ ایں جلوۂ باغ خزاں
روز و شب کارش تو دادی گریہ زاری اے اجل

خواجہ عبدالصمد ککرو[1]

ب ۔
بیک شنبہ از ڈاک آمد خبر
کہ اکبر علی خوب رو خوش سیر
ز شہر وفات نبیؐ بست و دوم
بشام دو شنبہ نمودہ سفر
اگر پیر صد سالہ میرد چہ غم
ز مرگ جوان نیست کارے بتر
خصوصاً جوانیکہ در علم فن
ز اقراں سبق بردہ از ہر ہنر
چوشد شانز دہ سالہ و پنج ماہ
قضائے ہنشتہ رسیدش بسر
ز احوال والد چہ پرسی ز غم
رسد صبر و تسکیں ز ایزد مگر
مصیبت کدام است زیں صعب تر
پدر خاک ریزد بگور پسر
بتاریخ فوتش بصد نوحہ شیخ
بگو ''ہا گلِ جلوہ داغ جگر''

۱۳۲۵ھ

مولوی شیخ عبداللہ
چک عمر گجرات[2]

۴۔ میراں بخش جلوہ فن تاریخ گوئی میں مہارت تامہ رکھتے تھے ۔
چند دل چسپ اور نفیس تاریخیں ملاحظہ ہوں ۔

۱۔ یادگارِ اکبر ص ۶۳ ۔
۲۔ ایضاً ۔ ص ۶۶ ، ۶۷ ۔

منشی محمد دین فوق مرحوم کے چچا منشی غلام محمد خادم کا بیٹا محمود فوت ہوا تو جلوہ نے کئی تاریخیں کہیں جن میں سے ایک یہ ہے ۔

مر گیا جلوہ جو خادم کا پسر
نام تھا محمود اور تھا نیک خو
کیوں نہ خادم روئے سر کو پیٹ کر
مل گیا ہے خاک میں ''خورشید رو''[1]
۱۳۲٦ھ

جلوہ نے اپنے لخت جگر اکبر علی مرحوم کی پیدائش اور وفات کی بہت سی تاریخیں کہی ہیں ، چند ملاحظہ ہوں ۔

ولادت

کیا ہے عطا مجھ کو حق نے پسر
ہوا سن کے خوش جس کو سارا جہاں
یہ ہاتف نے جلوہ کہا غیب سے
ہوا ہے یہ پیدا ''گل ارغواں''[2]
۱۳۰۸ھ

وفات

نوجوان مرد آہ فرزندم
نیک خو بود صاحب ہمت
بہر تاریخ ایں بگو جلوہ
از جہاں رفت صاحب عزت[3]
۱۳۲۵ھ

''یادگار اکبر'' کے سرورق سے جلوہ صاحب کی مندرجہ ذیل تصانیف کا بھی پتہ چلتا ہے ۔ گلشن نعت ، جلوۂ حق ، تحفۂ جلوہ ، نوحہ جات جلوہ اور دیوان جلوہ ۔

یہ ہے میراں بخش جلوہ کی مختصر قلمی تصویر ۔ کوشش ہے کہ ان کی تصانیف مل جائیں اگر ایسا ہو گیا تو ان پر ایک جامع مقالہ لکھا جا سکتا ہے ۔

۱۔ ''کشمیری میگزین'' لاہور ، جنوری ۱۹۰۹ء ص ۲۰
۲۔ ''یادگار اکبر'' تالیف جلوہ ، سیالکوٹ ، ۱۹۰۸ء ص ۳ ۔
۳۔ ایضاً ۔ ص ٦۵ ۔